© rasailojaraid.com

قرآن مجید میں بعض معرب الفاظ کی تحقیق

توراۃ وانجیل

ڈاکٹر ف ۔ عبدالرحیم

مل تعاون

توراۃ: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی آسمانی کتاب ۔

قرآن مجید میں یہ لفظ فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے اور امالہ کے ساتھ بھی[1]۔ امالہ کے ساتھ ابوعمرو، کسائیؒ اور ابن ذکوان کی قراءت ہے[2]۔ یہی امالہ والا تلفظ اردو میں رائج ہے اور اسی مناسبت سے توراۃ کو "ی" کے ساتھ توریت لکھا جاتا ہے ۔

بعض علمائے لغت توراۃ کو عربی لفظ بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کا ماخذ وَرِیَ (یا وَرَی) ہے وَرِیَ الزَّنْدُ کے معنیٰ ہیں چقماق سے آگ کا نکلنا۔ توراۃ کی اصل پر بحث کرتے ہوئے قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں[3]:

والتوراۃ معناها الضياء والنور مشتقة من وَرَی الزَّنْدُ (وورِیَ لغتان) اذا خرجت نارہ ۔	توراۃ کے معنی ہیں روشنی اور اس کا ماخذ وری الزند ہے جس کے معنی ہیں چقماق سے آگ نکلنا ۔

اب رہا یہ سوال کہ وَرَی سے توراۃ کیسے بنا؟ تو علمائے لغت نے اس کی تین توجیہیں بیان کی ہیں :

اول یہ کہ توراۃ کا وزن تَفعَلَة ہے اور یہ اصل میں تَوْرِيَة تھا۔ صرفی قاعدے کی رو سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر ی مفتوح ہو اور اس کا ماقبل متحرک ہو تو ی الف سے بدل جائے گی۔ اسی قاعدے کی رو سے تَوْرِیَۃ سے توراۃ بنا۔

یہ قول کوفی نحویوں کا ہے۔

بصری کہتے ہیں کہ تَفْعَلَۃ کا وزن بہت نادر ہے اس لیے ان کے نزدیک توراۃ کا وزن فَوْعَلَۃ ہے اور یہ وزن تفعلۃ کی بہ نسبت زیادہ مستعمل ہے۔ وَرَی سے فوعلۃ کے وزن پر وَوْرَیَۃ بنا جس کی پہلی واؤ ت میں بدل گئی جیسے وَوْلَج سے تَوْلَج، اور وُخْمَۃ سے تخمۃ بنے ہیں اور مذکورہ بالا صرفی قاعدے کی رو سے ی الف میں بدل گئی، اس طرح وَوْرَیَۃ سے توراۃ بنا۔

یہ رہی دوسری توجیہ۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ توراۃ کا وزن تَفْعِلَۃ بکسر العین ہے۔ اور یہ وَرّٰی کا مصدر ہے۔ جیسے رَبّٰی کا مصدر تَرْبِیَۃ اور سَلّٰی کا تَسْلِیَۃ ہے۔ وَرّٰی الزند کے معنی ہیں: اس نے چقماق سے آگ نکالی۔ اس طرح تورِیَۃ کے معنی ہوں گے: چقماق سے آگ نکالنا۔

اس لفظ میں مشکل یہ ہے کہ صرفی قاعدے کی رو سے تورِیَۃ کی ی ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے الف میں تبدیل نہیں ہو سکتی اس لیے علمائے لغت نے قبیلہ طیّ کی بولی کا سہارا لیا ہے جس میں ماقبل مکسور ہونے کے باوجود ی الف میں بدل جاتی ہے۔ چنانچہ اس قبیلے کے لوگ جارِیَۃ کو جاراۃ، توصِیَۃ کو توصاۃ، اور ناصِیَۃ کو ناصاۃ بولتے ہیں، اسی قبیلہ کی بولی کے مطابق تَوْرِیَۃ سے توراۃ بنا۔

یہ قول فرّاء کا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ توراۃ کی اصل تُوْرِیَۃ ہے جس کے معنی ذو معنی بات کہنے کے ہیں۔ اس مصدر کا وَرَی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ابو عبید کے نزدیک یہ وَرَاء سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: "پیچھے" کیونکہ ذو معنی بات کہنے والا اپنے مقصد کو پیٹھ پیچھے چھپا لیتا ہے۔

توراۃ کی اصل کے بارے میں یہ قول مورج کا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ بتاتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

فکأنّ اکثر التوراۃ معاریض و تلویحات من غیر تصریح و ایضاح

گویا کہ توراۃ کے اکثر حصوں میں صراحت و وضاحت کے بجائے اشاروں کنایوں سے کام لیا گیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرطبی نے اس قول کو ذکر کر کے اس کی تردید کی ہے۔ ان کے نزدیک جمہور نے پہلی رائے کو اس بنا پر قبول کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ توریت کی شان میں فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِیَاءً وَّذِکْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ ○ (انبیاء: ۴۸)	ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرقان، روشنی اور پرہیزگاروں کے لیے ذکر عطا کیا۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ جس کتاب کی شان میں روشنی کہا گیا ہو اس میں ابہام و غموض کیسے ہو سکتا ہے؟

یہ رہے ان علماء کے اقوال جو توراۃ کے عربی الاصل ہونے کے قائل ہیں۔ علماء کا ایک دوسرا فریق توراۃ کو معرب بتاتا ہے۔ چنانچہ زمخشری کشاف میں کہتے ہیں[۵]:

التوراۃ والانجیل اسمان اعجمیان وتکلف اشتقاقھما من الوری والنجل ووزنھما بتفعلۃ وافعیل انما یصح بعد کونھما عربیین...	توراۃ وانجیل غیر عربی اسماء ہیں (وری) اور (نجل) سے ان کے اشتقاق کی کوشش کرنا، اور ان کا وزن تفعلہ اور افعیل بتانا اسی وقت درست ہوگا جب ان کا عربی ہونا طے پائے۔

انوار التنزیل میں قاضی بیضاوی نے بھی تقریباً یہی بات کہی ہے۔ بلکہ انھوں نے توراۃ وانجیل کو عربی ثابت کرنے کی کوشش کو تعسّف (زیادتی) سے تعبیر کیا ہے[۶]۔

المصباح المنیر میں فیومی فریقِ اول کی رائے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ بات محل نظر ہے کیونکہ یہ غیر عربی لفظ ہے[۷]۔

تاج العروس میں زَبیدی اپنے شیخ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ: محققین کا کہنا ہے کہ توراۃ غیر عربی لفظ ہے۔ بلکہ بالاتفاق وہ عبرانی لفظ ہے[۸]۔

یہی قول صحیح ہے۔ عبرانی میں یہ لفظ توراۃ ہے תּוֹרָה جس میں (تو) بروزن (دو) ہے اور آخر کا حرف ہ ہے جو اضافت کی حالت میں ت بن جاتی ہے۔ اس کے معنی ہدایات اور قانون کے ہیں۔ اسی لفظ سے מוֹרֶה (مورے) بنا ہے جس کے معنی معلم کے ہیں۔

انجیل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی آسمانی کتاب۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۔ بعض علمائے لغت اس کو عربی بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کا ماخذ عربی کا لفظ نجل ہے جس کے مختلف معنی ہیں، اور ان کی مناسبت سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ قرطبی نے اپنی تفسیر میں ان کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ یہ اقوال حسب ذیل ہیں:[۹]

(۱) النَّجْل کے معنی ہیں: اصل، نژاد۔ کہا جاتا ہے فلان کریم النَّجل۔ انجیل نجل سے انھیں معنوں میں مشتق ہے۔ کیونکہ انجیل علم وحکمت کا ماخذ ہے۔ دو۔
یہ قول فرّاء کا ہے۔

(۲) النجل (نون وجیم کے فتح کے ساتھ) کے معنی ہیں کشادہ چشمی۔ اسی مناسبت سے گہرے اور پھیلے ہوئے زخم کو طَعنَة نَجلا، کہتے ہیں۔ انجیل میں رشد وہدایت کی وسعت کی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا۔

(۳) التَّنَاجُل کے معنی آپس میں جھگڑنے کے ہیں۔ لوگوں میں انجیل کے بارے میں اختلاف کی وجہ سے اس کا یہ نام پڑا۔

(۴) شمر نے اصمعی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انجیل ہر اس کتاب کو کہتے ہیں جس کی سطور زیادہ ہوں۔ یہ نجل سے ماخوذ ہے جس کے معنی وسعت وکشادگی کے ہیں۔

بعض علمائے لغت انجیل کو نجل سے ماخوذ بتاتے تو ہیں لیکن وثوق کے ساتھ نہیں، چنانچہ مشہور عالم لغت ابن درید اپنی کتاب جمہرۃ اللغۃ میں کہتے ہیں:[۱۰]

اِسْتَنْجَلَ المَاءُ اذا ظهر في الوادي ويمكن ان يكون اشتقاق الانجيل من هذا۔	اِستَنجَلَ الماءُ کے معنی ہیں: وادی میں پانی کا نکل آنا ہو سکتا ہے کہ انجیل اس سے ماخوذ ہو۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:[۱۱]

والانجيل إن كان عربيا محضا فاشتقاقه من النجل وهو ظهور الماء على وجه الارض واتساعه	اگر لفظ انجیل خالص عربی ہو تو اس کا اشتقاق نجل سے ہوگا۔ جس کے معنی اسطح زمین پر پانی نکل آنے اور پھیل جانے کے ہیں۔

المصباح المنیر میں فیومی کہتے ہیں:[۱۲]

والانجيل قيل مشتق من	کہا جاتا ہے انجیل نجل سے ماخوذ ہے جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نجلته اذا استخرجته کے معنی کسی چیز کو کسی دوسری چیز سے اخذ کرنے کے ہیں۔

علماء کا دوسرا فریق اس لفظ کو معرب گردانتا ہے۔ انجیل کے بارے میں زمخشری کا قول توراۃ کی بحث میں گزر چکا ہے۔ اس کے بعد وہ مزید کہتے ہیں:

وقرأ الحسن الانجيل بفتح الهمزة،	حسن انجیل کو ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ (أنجیل)
وهو دليل على العجمة، لأن أفعيل	پڑھتے ہیں جو اس کے غیر عربی ہونے کی دلیل
بفتح الهمزة عديم في اوزان	ہے، کیونکہ أفعیل کا وزن عربی زبان میں
العرب	پایا نہیں جاتا۔

اس قول کو ابوحیان[۱۳] اور بیضاوی[۱۴] نے بھی ذکر کیا ہے۔

قرطبی اپنی تفسیر میں فریق اول کی آراء نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: کہا جاتا ہے توراۃ اور انجیل سریانی زبان کے لفظ ہیں۔ مزید یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انجیل سریانی میں انکلیون ہے جوالیقی نے انجیل کو اپنی کتاب معرب میں شامل کیا ہے[۱۵]۔

فریق ثانی کا قول ہی صحیح ہے۔ دراصل انجیل یونانی لفظ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت فلسطین اور قرب وجوار میں یونانی علم وثقافت کی زبان تھی، ویسے یہودیوں کی زبان ان دنوں آرامی تھی جس کی ایک شاخ سریانی ہے۔ یونانی میں انجیل کی اصل اِوَنگلیُون εὐαγγέλιον ہے جو دو لفظوں سے مرکب ہے۔ پہلا لفظ اِو εὐ ہے جس کے معنی ہیں اچھا۔ اور دوسرا لفظ ہے انگلیا ἀγγελία جس کے معنی ہیں: پیغام، اسی لفظ سے انگریزی میں angel آیا ہے جس کے لفظی معنی خبر رساں یا پیامبر کے ہیں ان دونوں لفظوں سے مرکب لفظ اِوَنگلیُون کے معنی ہیں خوشخبری۔ یہی یونانی لفظ سریانی میں [illegible] (اونگلیون) کی شکل میں داخل ہوا۔ سریانی میں اس کی جمع اِوَنگلیا [illegible] آتی ہے اور قرین قیاس یہ ہے کہ یہی صیغہ عربی میں آکر انجیل بنا۔

یہ لفظ یورپ کی اکثر زبانوں میں بھی یونانی سے داخل ہوا ہے۔ چنانچہ جرمن میں —EVANG [illegible]LIUM اطالوی میں VANGELO، EVANGELO اور فرانسیسی میں EVANGILE

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی لفظ کی مختلف شکلیں ہیں۔ قدیم انگریزی میں یونانی کا یہ لفظ نہیں لیا گیا بلکہ اس کا ترجمہ کر لیا گیا جو GODSPEL تھا۔ GOD کے معنی ہیں اچھا (جو آج کل کی انگریزی میں GOOD ہے) اور SPEL کے معنی ہیں: خبر۔ یہی لفظ آج کل کی انگریزی میں GOSPEL بنا ہے۔

حواشی

۱؎ نحو اور تجوید کی اصطلاح میں الف کو یائے مجہول میں بدلنے کا نام امالہ ہے حفص کی قراءت میں صرف ایک لفظ امالے سے پڑھا جاتا ہے اور وہ ہے مجریٰها جو سورۂ ہود کی ۴۱ ویں آیت میں ہے یہ لفظ امالے کے ساتھ مجرے ہا پڑھا جاتا ہے۔ دیگر قراء کی قراءتوں میں بہت سارے الفاظ امالے سے پڑھے جاتے ہیں۔

۲؎ الکشف عن وجوہ القراءات السبع، مکی بن ابی طالب، تحقیق حاتم صالح الضامن۔ الرسالۃ بیروت ۱/۱۸۳

۳؎ تفسیر قرطبی، دار الکتب المصریۃ ۴/۵-۶

۴؎ تہذیب اللغۃ، ازہری.. مجمع اللغۃ العربیۃ، قاہرہ ۱۵/۳۰۷

۵؎ الکشاف، زمخشری، دار المعرفۃ، بیروت ۱/۴۱۰

۶؎ انوار التنزیل، موسسۃ شعبان، بیروت ۲/۲

۷؎ المصباح المنیر، فیومی، المکتبۃ العلمیۃ بیروت (وری)

۸؎ تاج العروس، سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی، بولاق، (وری)

۹؎ تفسیر قرطبی ۴/۵-۶ ۱۰؎ جمہرۃ اللغۃ، ابن درید، دائرۃ المعارف/حیدر آباد، ۲/۱۱۲

۱۱؎ حوالۂ سابق ۲/۳۷۸ ۱۲؎ المصباح المنیر (نجل)

۱۳؎ البحر المحیط، ابو حیان اندلسی، دار المعرفہ، بیروت ۲/۳۷۸ ۱۴؎ انوار التنزیل ۲/۲

۱۵؎ المعرب من الکلام الاعجمی، الجوالیقی (تحقیق احمد شاکر) دار الکتب المصریۃ قاہرہ۔ ص ۲۳

۱۶؎ عربی میں ملک (فرشتہ) کے لفظی معنی بھی قاصد کے ہیں۔

© rasailojaraid.com